ومن يبتغ غير الإسلام دينا فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخاسرين

سلسلہ تحقیق عقائد اسلام

مسمی بہ

کا

تیسرا نمبر ۳

مؤلفہ

یکے از خادمان اسلام محمد ادریس کاندھلوی، مدرس دار العلوم دیوبند

باہتمام

مولوی محمد طیب و مولوی محمد طاہر صاحبان زاد مجدہما،

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سلف اور خلف مین ہمیشہ یہ طریق رہا ہے کہ جب کوئی تصنیف و تالیف فرماتے تو خلفاء و سلاطین کے یہان اس کو پیش کرتے تھے، اسی سنتہ کے مطابق یہ خادم بھی اس معمولی تالیف کو فرمانروائے دکن اعلیٰ حضرت نظام الملتہ والدین سلطان الاسلام والمسلمین محی ملتہ خاتم الانبیاء والمرسلین ظل اللہ فی الارضین السلطان میر عثمان علی خان، خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ۔ آمین ثم آمین، کی بارگاہ مین بصد آداب و اجلال پیش کرتا ہی۔ اور بارگاہ ایزدی مین صمیم قلب سے دست بدعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ذات شاہانہ کو احیاء دین وملتہ کے لئے شوکت وحشمت جاہ وجلال کے ساتھ قائم و دائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔

مکارم خسروانہ سے امید واثق ہی کہ سابق تالیفات کیطرح اس تالیف کو بھی شرف قبول بخشینگے

گر قبول افتد زہے عزو شرف

الداعی

محمد ادریس، کاندہلوی مدرس دار العلوم

دیوبند۔ غفر اللہ لہ، ولاہلہ، آمین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تسبیحات و تقدیسات

یعنی

تنزیہات

سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ

مِنْ قصیدة للبرعی رحمہ اللہ تعالٰی

فَسُبْحَانَهٗ مِنْ اَوَّلٍ هُوَ اٰخِرٌ — وَسُبْحَانَهٗ مِنْ اٰخِرٍ هُوَ اَوَّلُ

اس ذات پاک کی تسبیح اور تنزیہ بیان کرتا ہوں کہ وہی اوّل اور آخر ہے

وَسُبْحَانَ مَنْ تَعْنُوا الْوُجُوْهُ لِوَجْهِهٖ — وَمَنْ كُلُّ ذِیْ عِزٍّ لَهٗ یَتَذَلَّلُ

اور اسی کے سامنے تمام چہرے جھکتے ہیں اور ہر ذی عزت اس کے سامنے ذلیل ہے

وَمَنْ هُوَ فَرْدٌ لَا نَظِیْرَ لَهٗ وَلَا — شَبِیْهٌ وَلَا مِثْلٌ لَهٗ یَتَمَثَّلُ

اور وہ یکتا اور بے نظیر ہے کوئی اس کا شبیہ اور مماثل نہیں

وَمَنْ كَلَّتِ الْاَفْهَامُ عَنْ وَصْفِ ذَاتِهٖ — فَلَیْسَ لَهَا فِی الْكَیْفِ وَالْاَیْنِ حَلٌّ

تمام عقلیں اس کے توصیف سے عاجز ہیں اور وہ کیف اور این سب سے منزہ ہے

وحدت و یکتائی

قرآن حکیم نے جابجا اس کی تعلیم دی ہے کہ ذات خداوندی تمام نقائص سے منزہ اور مقدس ہے ذات و صفات میں بے مثل اور یکتا ہے نہ ذات میں کوئی اس کا مثل اور ہمسر ہے اور نہ صفات اور افعال میں تمام عقول اور خیالات سے بالاتر ہے۔

ذات خداوندی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے نہایت اعلیٰ اور

ارفع ہو ورنہ اگر خدا کے لئے سب سے اعلیٰ اور ارفع ہونا ضروری نہو تو پھر ہر عالی کا اپنی سافل کے لئے خدا ہونا جائز ہوگا اور ہر سافل کو عبد اور ہر عالی کو معبود اور خدا کہہ سکینگے بلکہ وہ شئے کہ جو بعض کے اعتبار سے عالی اور بعض اعتبار سے سافل ہو اُسکو عبد اور معبود بندہ اور خدا دونوں طرح کہنا جائز ہوگا۔

وقال تعالیٰ لیس کمثلہ شئ ولم یکن لہٗ کفواً احد۔	کوئی شے خدا کے مثل نہیں۔ اور نہ کوئی خدا کا ہمسر ہے کیا تم کسی کو خدا کے ہم پلہ پاتے ہو خدا کی شان بہت اعلیٰ و ارفع ہے
ھل تعلم لہٗ سمیا۔ ولھو المثل الاعلیٰ افمن یخلق کمن لایخلق۔	کیا خالق اور غیر خالق برابر ہو سکتے ہیں۔
وروی الحکیم الترمذی مرفوعاً ان اللہ احتجب عن العقول کما احتجب عن الابصار	حکیم ترمذی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ رب العزت جسطرح نگاہوں سے مستور ہے اسی طرح عقلوں سے بھی مستور ہے۔

وفی المثنوی ؎

ہرچہ اندیشی پذیرائے فنا ست	وانکہ در اندیشہ ناید آن خداست
آن مگو چون در اشارت ناید ست	دم مزن چون در عبارت ناید ست
نہ اشارت می پذیرد نہ عیان	نہ کسے زو علم دارد نہ نشان
مرصفاتش را چنان دان اے پسر	گر زوے اندر وہم ناید جز اثر
ظاہر است آثار و نور رحمتش	لیک کے داند جز او ماھیتش
ہیچ ماہیات اوصاف کمال	کس نداند جز با ثار و مثال

حق جل وعلا کی حقیقت و ماہیت تو درکنار انسان اپنی ہی حقیقت معلوم کرنیسے قاصر ہے۔ حکمانے بہت کچھ عقل کو دوڑایا مگر آج تک رُوح اور عقل اور قوۃ دراکہ کی حقیقت نہ معلوم کر سکے۔ صرف چند خواص اور آثار کو معلوم کر سکے۔

پس جب انسان باوجود ہر وقت کے مشاہدے کے اپنی حقیقت پر مطلع نہ ہو سکا۔ تو اُس وراء الوراء ثم وراء الوراء کی حقیقت پر کیسے مطلع ہو سکتا ہے۔

غناء و صمدیت وہ ہر شے سے مستغنی اور بے نیاز ہے کسی شے کی اُس کو حاجت نہیں تمام عالم اپنے وجود اور بقا میں اسی کا محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ؎

اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ ۔ } یقیناً حق تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۔ | اے نبی کریم آپ فرما دیجئے کہ اللہ ایک ہی اور سب سے بے نیاز ہی نہ اُس نے کسی کو جنا نہ اُس کو کوئی جنا گیا۔ اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔

تسبیح وتقدیس سے اُس کا کوئی نفع نہیں۔ فسق وفجور سے اسکی کبریائی پر کوئی اثر نہیں۔

ازلیۃ وابدیت (۳) وہ ازلی اور ابدی ہے نہ اس کی کوئی ابتداء ہے اور نہ انتہا ہے وہی سب سے اول ہے نہ کوئی اس سے پہلے ہے اور نہ کوئی اُس کی ساتھ۔ اور وہی سب سے آخر ہے کوئی اسکے بعد نہیں

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۔ | وہی اول اور آخر اور ظاہر اور باطن ہے۔

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْءٌ ۔ | نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پہلے صرف اللہ کی ذات تھی اور اس کی ساتھ کچھ نہ تھا۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ۔ | سب فنا ہو جائیں گے اور صرف ذوالجلال والاکرام کی ذات پاک باقی رہجائے گی۔

اور یہی تمام اہل اسلام کا اجماعی اور متفق علیہ عقیدہ ہے۔

اور اسی وجہ سے امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فارابی اور ابن سینا کی تکفیر کی ہے اسلئے کہ عقول اور نفوس اور ہیولی اور صورت اور سموات کے قِدَم کے قائل ہیں۔ کذا فی المکتوبات ص۱۵ ج ۲ ۔

احاطہ وہ سب کو محیط ہے کوئی شئی اُس کے احاطہ سے باہر نہیں اور نہ ہو سکتی ہے اور نہ کبھی ہوئی اور نہ ہو گی۔

اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ | بیشک حق تعالیٰ سب کو محیط ہے۔ زمین اور آسمان کی تمام چیزیں اللہ ہی کی ملک ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سب کو محیط ہیں۔ تمام آدمی اللہ ہی کے احاطہ میں ہیں۔

قدرت واختیار حق تعالیٰ اپنے افعال میں قادر مختار ہے۔ شائبۂ ایجاب اور واہمۂ اضطرار سے بالکل منزہ ہے۔

مخلوقات میں جو کچھ بھی قدرت اور اختیار ہے وہ سب اُسی کا فیض اور عطیہ ہی۔ پس یہ کس طرح ممکن ہے کہ مخلوق تو اپنے افعال میں مختار ہو اور قادر مطلق اپنے افعال میں مجبور اور مضطر۔

ہر سلیم الفطرت خوب جانتا ہی کہ قدرت اور اختیار صفت کمال ہی اور ایجاب و اضطرار کھلا ہوا عیب ہے۔
حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ فلاسفہ نے اپنی سفاہت سے ایجاب اور اضطرار ہی کو کمال سمجھا ہی۔
اور حق تعالیٰ شانہ کو ایسا معطّل اور بیکار خیال کیا ہے کہ اُس سے سوائے ایک مصنوع کے صدور جائز نہیں رکھا۔ اور وہ بھی بالایجاب والاضطرار۔
اور تمام حوادث کو عقل فعال کیطرف منسوب کرتے ہیں جس کا وجود سوائے اُن کے تخیل اور توہم کے کہیں ثابت نہیں۔
ان کے لئے مناسب تہا کہ حوادث اور اضطراب اور اضطرار کے وقت عقل فعال سے التجا کرتے اور خدائے ذوالجلال کیطرف رجوع نہ کرتے اس لئے کہ اُن کے زعم میں حوادث کا تعلق خدائے ذوالجلال سے نہیں۔ عقل فعال سے ہے بلکہ عقل فعال کیجانب بھی نہیں اس لئے کہ وہ بھی فاعل بالایجاب ہے مصائب اور بلایا کے دفع کرنیکا اسکو بھی کوئی اختیار نہیں
احکام منزلہ اور اخبار مرسلہ کی تکذیب اور انکار اس فرقہ کا خاص شعار ہی۔
اپنے مطالب واہیہ کے ثابت کرنے میں جسقدر تلبیس اور تلبیع سے کام لیا ہے اُسکی نظیر نہیں۔
اور جس درجہ اپنے موہوم اور مظنون اور خیالی مقاصد کے ثابت کرنے میں خبط لاحق ہوا ہی وہ کسی سفیہ اور نادان کو بھی نہیں لاحق ہوا۔ اور علیٰ ہذا اُن کے تمام متسق اور منتظم دلائل محض لایعنی اور لاطائل ہیں ؎

فلسفہ چون اکثرش باشد سفہ　　پس کلِ آن ہم سفہ باشد کہ حکم کُلّ حکم اکثر ست

کذا فی المکتوبات صفحہ ۳۱۵ جلد ۱۔

حق تعالیٰ کسی کیساتھہ متحد نہین

حق تعالیٰ کسی شے کیساتھہ متحد نہیں اور نہ کوئی شے حق تعالیٰ کیساتھہ متحد ہے اس لئے کہ جب اُس کی شان یہ ہی کہ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ۔ نہ کوئی اُس کا ذات میں مماثل ہے اور نہ کسی صفت اور نہ کسی فعل میں کوئی اُس کا شریک ہی تو پھر اتحاد کیسا اور بعض صوفیۂ کرام کے کلمات سے جو اتحاد کا ایہام ہوتا ہی وہ سراسر اُن کے مقصد اور مراد کے خلاف ہی۔
اُن کی یہ مراد ہرگز نہیں کہ بندہ خدا کیساتھہ متحد ہوجاتا ہی اسلئے کہ یہ سراسر کفر اور الحاد اور زندقہ ہے

تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔ بلکہ اس کا مطلب وہ ہے کہ جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مکتوبات میں ذکر فرمایا ہے۔

حضرت خواجۂ ما قدس سرہ می فرمودہ اند کہ معنی عبارت انا الحق نہ آنست کہ من حقم بلکہ آنست کہ من نیستم و موجود حق است سبحانہ و تغیر و تبدیل را بذات و صفات و افعال و تعالی راہ نیست فسبحان من لایتغیر بذاتہ ولا بصفاتہ ولا فی افعالہ بحدوث الاکوان۔"

مکتوب ۲۶۶ صفحہ ۳۱۴ دفتر اول۔"

حضرت خواجہ قدس سرہ فرماتے تھے کہ انا الحق کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ میں حق اور خدا ہوں بلکہ یہ مطلب ہے کہ میں نہیں ہوں صرف حقتعالیٰ موجود ہے کہ جسکی بارگاہ میں تغیر ذات اور تبدل صفات و افعال کا کوئی گذر نہیں وہ ذات ذوالجلال اپنی ذات اور تمام صفات اور افعال میں تغیر اور تبدل سے منزہ ہے۔
موجودات کے تغیر سے اُس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔"

مثلاً لوہا اگر آگ میں ڈالدیا جائے اور وہ لوہا آگ کے فیض صحبت سے ایسا صاف و شاف اور سُرخ ہوجائے کہ آگ کا ہم رنگ بنجائے اور اُس حالت میں یہ لوہا بزبان حال انا النار کہے تو درحقیقت اُسکا یہ مطلب نہیں کہ میں فی حد ذاتہ نار ہوں بلکہ یہ اُن آثار کیطرف راجع ہے کہ جو لوہے میں آگ کے فیض صحبت سے پیدا ہوگئے ہیں۔

یا کوئی صاف و شفاف آئینہ کہ جو آفتاب کی شعاعوں سے جگمگا اُٹھا ہو اور دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ گویا یہی آفتاب ہے ایسی حالت میں اگر یہ آئینہ انا الشمس (میں آفتاب ہوں) کہے تو اُس کا مطلب بھی یہ نہیں کہ میں حقیقۃً آفتاب ہوں بلکہ مطلب یہ ہے کہ میں کچھ نہیں یہ جو کچھ شعاعیں اور انوار مجھ میں موجزن ہیں وہ آفتاب کی تجلی اور انعکاس کا پرتوہ ہے۔ اسی طرح مقربان الٰہی کہ جن کے قلوب آئینہ سے زیادہ صاف اور شفاف مصفی اور مجلّی ہوجاتے ہیں اور اُس نور السموات والارض کے انوار اور تجلیات اُن میں منعکس ہونے لگتی ہیں ایسی حالت میں ان حضرات سے ایسے کلمات صادر ہوجاتے ہیں کہ جن کو عوام اور قاصر الافہام ظاہر پر محمول کرلیتے ہیں کہ جو اُن کے دین و ایمان کے لئے باعث تخریب ہوتا ہے۔

اور فی الحقیقت اُن کا مطلب وہ ہوتا ہے کہ جو ہم حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ سے نقل کرچکے ہیں۔ اور مولانائے رومی قدس سرّہٗ السامی نے اس مسئلہ کو مثنوی میں مختلف طریق سے

متعدد مواضع میں حل فرمایا ہی۔ اختصاراً صرف ایک جگہ کا کلام ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہی۔
معشوقے از عاشق پرسید کہ خودرا دوست تر داری یا مرا گفت من از خود مردہ ام و بتو زندہ ام از خود و از صفات خود نیست شدہ ام و بتو ہست شدہ ام علم خودرا فراموش کردہ ام، و از علم تو عالم شدہ ام، قدرت خودرا باد دادہ ام، و از قدرت تو قادر شدہ ام۔ اگر خودرا دوست دارم۔ ترا دوست داشتہ باشم و اگر ترا دوست داشتہ باشم خودرا دوست داشتہ باشم ؎

گرچہ خود ہیں خدائے بین باشد	ہر کرا آئینہ یقین باشد

اُخْرُجْ بِصِفَاتِیْ اِلٰی خَلْقِیْ مَنْ رَاٰکَ فَقَدْ رَاٰنِیْ وَمَنْ قَصَدَکَ قَصَدَنِیْ وَمَنْ اَحَبَّکَ اَحَبَّنِیْ وَقِسْ عَلٰی ھٰذَا ؎

گفت معشوقے بعاشق ز امتحان	در صبوحی کای فلان ابن الفلان
مر مرا تو دوست تر داری عجب	یا کہ خودرا راست گو یا ذا الکرب
گفت من در تو چنان فانی شدم	کہ پرم من از تو از سر تا قدم
بر من از ہستی من جز نام نیست	در وجودم جز تو ای خوش کام نیست
زان سبب فانی شدم من اینچنین	ہمچو سرکہ در تو بحر انگبین
ہمچو سنگے کو شود کل لعل ناب	پر شود او از صفات آفتاب
بعد ازان گر دوست دارد خویش را	دوستی خود بود آن اے فتی
ور کہ خودرا دوست دارد او بجان	دوستی خویش باشد بیگمان
خواہ خودرا دوست دارد لعل ناب	خواہ یا او دوست دارد آفتاب
اندرین دو دوستی خود فرق نیست	ہر دو جانب جز ضیای شرق نیست
تا نشد او لعل خودرا دشمن است	تا نکہ یک من نیست ایجا دو من است
تا نکہ ظلمانی ست سنگ ای با حضور	ہست ظلمانی حقیقت ضد نور
خویش را گر دوست دارد کافر ست	تا نکہ او متاع شمس اکبر ست
پس نشاید کہ بگوید سنگ انا	او ہمہ تاریکی ست و در فنا
گفت فرعونی انا الحق گشت پست	گفت منصوری انا الحق و برست

(حاشیہ: [illegible] ۱۲)

آن انار اللعنۃ اللہ در قفا زانکہ او سنگ سیہ بد این عقیق	وین انار رحمۃ اللہ در قفا آن عدوی نور بود واین عشیق

(کذا فی الدفتر الخامس من المثنوی صفحہ ۱۲۳)

سُبحانہٗ ان یکون لہٗ ولد جب خدا کا وحدہٗ لاشریک لہٗ ہونا ثابت ہوگیا تو پھر اس مین کوئی شک نہیں رہا کہ خدا کے لئے نہ بیٹا ہوسکتا ہی اور نہ بیٹی۔ اسلئے کہ اولاد ماں باپ کے ہم جنس ہوا کرتی ہی پس معاذاللہ اگر کوئی خدا کے بیٹا ہوگا تو وہ خدا کے ہم جنس ہوگا کہ جو توحید کے سراسر خلاف ہی۔ نیز ایک ذات سراپا احتیاج کو خدا ماننا اور الوہیت میں اسکو شریک سمجھنا کھلی ہوئی نادانی ہی۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ای نبی کریمؐ آپ فرما دیجئے کہ اللہ ایک ہی اور بی نیاز ہی نہ اُس نے کسیکو جنا نہ وہ کسی سے جناگیا۔ اور نہ کوئی اسکا ہمسر ہی۔

گر تو مردے را بخوانی فاطمہ قصد خون تو کند تا ممکن است فاطمہ مدح است در حق زنان دست و پا در حق ما استایش ست لم یلد لم یولد اورا لائق ست ہر چہ جسم آمد ولادت وصف اوست زانکہ از کون و فسادست و مہین	گرچہ یک جنس اند مرد و زن ہمہ گرچہ خوشخوی و حلیم و ساکن ست مرد را گوئی بود زخم سنان در حقِ پاکیِ حق آلایش ست والد و مولود را او خالق ست ہر چہ مولود ست او زین سوی جوست حادث ست و محدثے خواہد یقین

تخلیق وتکوین وہ سب کا خالق ہے کوئی شئے ایسی نہیں کہ جو اُسکی تخلیق اور تکوین سے مستثنی ہو۔ اپنی مشیۃ اور اختیار سے پیدا کرتا ہی۔ اپنے ارادہ سے وجود عطا کرتا ہی۔
وجود کا مستعار خلعت جب چاہتا ہے واپس لے لیتا ہی۔ کسی شئے کا وجود اصلی اور خانہ زاد نہیں سب اُسی کا عطیہ ہے۔
جس طرح نور زمین اصلی اور خانہ زاد نہیں محض آفتاب کا فیض ہے جب چاہے اپنی شعاعون سے اُسکو منور کرے اور جب چاہے اپنی شعاعون کے فیض سے اُسکو محروم کر دے۔

ذٰلکم اللہ ربکم لا الٰہ الا ھو خالق کل شیٔ اللہ ہی تمھارا رب ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی سب چیزونکا

فاعبدوہ وھو علی کل شئ وکیل۔	خالق ہے۔ پس اسی کی عبادت کرو۔ اور وہی ہر چیز کا کارساز ہے۔
وربك یخلق ما یشاء ویختار ما کان لھم الخیرۃ؛	اللہ ہی جو چاہتا ہے اپنے اختیار سے پیدا کرتا ہے لوگوں کو اختیار نہیں ہے۔

پس جس طرح نور زمین آفتاب کا ایک پرتوہ اور عکس ہے حرکت طلوعی میں عطا کرتا ہے اور حرکت غروبی ضبط کر لیتا ہے۔

اُسی طرح تمام کائنات کا وجود اُسی کے وجود ازلی کا ایک پرتوہ اور عکس ہے اور یہ پرتوہ اور عکس بھی اُسی کے ارادہ اور مشیئت کے تابع ہے۔ جب ارادہ کرتا ہے تو نور وجود کے عکس سے سبع سموات اور ارضین کو منور کر دیتا ہے۔ اللہ نور السموات والارض۔

اور جب چاہتا ہے تو یہ معمولی عکس اور پرتوہ بھی مخلوقات سے چھین لیتا ہے۔

جسطرح زمین اصل حقیقت کے لحاظ سے مظلم اور تاریک ہے اسیطرح تمام حقائق امکانیہ اپنی ذات سے سراسر اَعدام ہیں۔ اصل حقیقت کے لحاظ سے زینۂ وجود سے بالکل محروم ہیں۔ جسطرح زمین آفتاب کے لئے ایک آئینۂ ظلمت ہے اسیطرح تمام عالم واجب جلّ مجدہ کے سامنے ایک آئینۂ عدم ہے جسمیں واجب الوجود کا وجود ازلی اور صفات کمالیہ منعکس ہو رہی ہیں۔

اس وجود ازلی کے انعکاس ہی نے ان اَعدام (یعنی حقائق امکانیہ) کو وجود ممکن کے ساتھ موصوف کر دیا ہے اگر ان اَعدام میں یہ وجود ازلی منعکس نہ ہوتا۔ تو یہ ممکنات اعیان ثابتہ اور موجودات خارجیہ نہ کہلا سکتیں لہٰذا یہ عدمات ان حقائق امکانیہ کیلئے بمنزلہ مادہ کے ہیں اور یہ عکوس اور ظلال بمنزلہ صورت کے ہیں اور اُن کے مجموعہ کا نام اعیان ثابتہ اور موجودات خارجیہ ہے۔ ؎

کل ما فی الکون وھم او خیال	او عکوس فی المرایا او ظلال

اور اسی مضمون کو حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

بشناس کہ کائنات زود در عدم اند	رباعی	بل در عدم الیستادہ ثابت قدم اند
این کون معلق از خیال دو ہم است		باقی ہمگی ظہور نور قدم اند
پناہ بلندی و پستی تو ئی		ہمہ نیستند انچہ ہستی تو ئی

اس مضمون کی اگر زائد تفصیل درکار ہو تو مکتوبات مجددیہ اور تفہیمات الٰہیہ کے مراجعت فرمائے۔

میری غرض سے اس مضمون کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ ناظرین یہ خوب سمجھ جائیں کہ تمام عالم کا یہ نام نہاد وجود سایہ اور عکس سے زائد حقیقت نہیں رکھتا اصل حقیقت اسکی سراسر عدم ہے۔

لہٰذا عالم کا ہر جزء اور ہر ہر ذرہ اصل ذات سے عدم ہے فقط اس نور السمٰوات والارض کی تجلی سے اس آئینۂ عدم (یعنی عالم) میں ایک معمولی سی چمک پیدا ہوگئی جسکو وجود حادث کہتے ہیں۔ خدا کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ آج وہ آئینۂ عدم اس عکس اور ظل کو حقیقت اور اصل خیال کرتا ہے اور اپنے عدم اصلی کا اسقدر شد ومد سے انکار کرتا ہے۔ کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔

اپنی اصل فطرت اور مادہ کو ازلی اور قدیم تبلاتا ہے۔

اولا یذکر الانسان انا خلقناہ من قبل ولم یک شیئا	کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ ہم نے اسے پیدا کیا حالانکہ وہ پہلے کچھ بھی نہ تھا "

سماجی جماعت کو اپنے اس خیال پر بہت اصرار ہے کہ عدم محض سے کوئی شئے پیدا نہیں ہوسکتی۔ لیکن یہ محض ایک تخیل اور توہم ہے جس کا منشا صرف اسقدر ہے کہ آپ نے نیست سے ہست ہونے کا کبھی مشاہدہ نہیں کیا۔

سماج کا یہ استدلال اگر اس کے نزدیک صحیح ہے تو ہم یہ کہینگے کہ سماج نے ابتداء عالم میں جوان آدمیوں کا زمین سے دفعۃً پیدا ہونا کب دیکھا ہے۔

اور بغیر کانوں کے سُننا اور بغیر آنکھوں کے دیکھنا کب آپ کے مشاہدہ میں آیا ہے۔

پس جسطرح حق تعالیٰ آپ کے نزدیک بغیر آنکھ کے سب کو ٹھیک ٹھیک دیکھتے ہیں اور بغیر کان کے سب کی باتیں سُنتے ہیں۔

ٹھیک اسی طرح بدون مادہ اور روح کے اعانت کے وہ عدم محض سے موجود کرتے ہیں اگر عدم محض سے موجود ہونا کبھی آپ کے مشاہدہ میں نہیں آیا تو بغیر آنکھ کے دیکھنا اور بغیر کان کے سُننا کب آپ کے مشاہدہ میں آیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر شئے کی تین حالتیں ہوتی ہیں۔ ابتدائی۔ درمیانی۔ انتہائی۔ ہر حالت دوسری حالت سے بالکل جُدا اور ممتاز ہے۔ ہر حالت کے احکام علحدہ اور جُداگانہ ہیں۔ ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا سخت نادانی ہے "

آپ نے دنیا کی صرف درمیانی حالت کو دیکھا ہی ابتدائی حالت آپ کی نظروں سے غائب ہی اور نہ کوئی درمیانی ابتدا کی حالت کا مشاہدہ کرسکتا ہی۔

درمیانی حالت میں اگر ایک شئے دوسری شئے سے ملکر بنتی ہی تو اُس سے یہ لازم نہیں کہ ابتدا میں بھی تکوین اور تخلیق اسی طرح ہوئی ہو۔

جسطرح کہ حالت موجودہ میں والدین سے پیدایش ظہور میں آ رہی ہے، لیکن یہ اُس کی دلیل نہیں کہ ابتدا میں بھی اسی طریق سے ولادت ہوئی ہو۔

ہر چیز آلات سے بنتی ہی مگر آلات کے آلات نہیں ہوتے اُن کو بنانیوالے نے بدون آلات ہی کے بنایا ہی۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ نیستی اور ہستی ایک دوسرے کی ضد ہی۔ ایک ضد دوسری ضد سے کسطرح ظہور پذیر ہو سکتی ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جسطرح وہ علیم و قدیر حیّ سے میّت اور لیل سے نہار کو نکال سکتا ہے اسیطرح وہ علیم و قدیر نیست سے ہست بھی کرسکتا ہی۔

قال تعالیٰ ان اللہ فالق الحب والنوی یخرج الحي من المیت ومخرج المیت من الحي ذلکم اللہ فانی تؤفکون فالق الاصباح و جعل اللیل سکنا والشمس والقمر حسبانا ذلک تقدیر العزیز العلیم ” (سورہ انعام)۔

بیشک اللہ ہی دانہ کو پھاڑ کر درخت نکالنے والا ہے اور وہی زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہی۔ یہی تمہارا خدا ہے پس تم کہاں بہک رہی ہوا اور وہی صبح کو نکالنے والا ہی اور اُسی نے رات کو آرام کیلئے اور شمس و قمر کو حساب کیلئے بنایا ہے۔ یہ خدائے غالب اور علیم کا اندازہ ہی۔

وجعلنا اللیل والنہار آیتین فمحونا آیۃ اللیل وجعلنا آیۃ النہار مبصرۃ ” (اسراء)

لیل و نہار کو ہم نے اپنی قدرت کی دو نشانیاں بنائی ہیں رات کی نشانی کو بے نور اور دن کی نشانی کو منور بنایا ہی۔

وھو اللہ لا الہ الا ھو لہ الحمد فی الاولی والآخرۃ ولہ الحکم والیہ ترجعون ۔

وہی خدا ہی اُسکے سوا کوئی معبود نہیں اُسی کیلئے دنیا اور آخرۃ میں ستایش ہی اور اُسیکی حکومت ہے اور مرنے کے بعد تم سب اُسکی طرف لوٹائے جاؤگے

قل ارایتم ان جعل اللہ علیکم سرمدا الی یوم القیامۃ من الہ غیر اللہ یاتیکم بضیاء افلا تسمعون قل ارایتم ان جعل اللہ علیکم

اے نبی کریم آپ فرما دیجئے کہ بتلاؤ تو سہی کہ اگر خدا قیامت تک کیلئے رات ہی کو باقی رکھے تو اللہ کے سوا کون ہی کہ جو تمہارے لئے روشنی پیدا کردے پس کیا تم اس حق بات کو سُنتے نہیں اور فرما دیجے

النہار سرمدا الیٰ یوم القیامۃ من الٰہ غیر اللہ یاتیکم بلیل تسکنون فیہ افلا تبصرون۔	کہ بتلاؤ اگر خدا ہمیشہ کیلئے دن ہی کو باقی رہے تو خدا کے سوا کونسا معبود ہی جو تمہارے آرام کیلئے رات کو پیدا کردے پس کیا خدا کی اس کھلی ہوئی نشانی کو تم دیکھتے نہیں۔
واللہ اخرجکم من بطون امہاتکم لا تعلمون شیئا وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ لعلکم تشکرون۔ (نحل)	اللہ ہی نے تم کو تمہاری ماں کے پیٹ سے نکالا تم اُسوقت کچھ بھی نہیں جانتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے کان اور آنکھ اور دل بنائے تاکہ تم خدا کی ان نعمتوں کا شکر کرو۔
ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلناہ سمیعاً بصیرا۔ (سورۃ دھر)	کیا انسان پر ایسا زمانہ آیا ہی کہ اُسوقت انسان کوئی شی نہ تھا پھر ہم نے اُس کو عورت اور مرد کے مخلوط نطفہ سے پیدا کیا اور پھر اُس کو سُننے والا اور دیکھنے والا بنادیا۔ (سورہ دھر)

خلاصہ یہ کہ انسان میں ابتداً کوئی علم اور کمال نہ تہا بعد میں حق تعالیٰ نے اُس کو صدہا علوم اور کمالات سے نوازا پس جسطرح یہ اوصاف نیستی سے نکلکر ہستی میں قدم رکھتے ہیں۔ اسیطرح ذات انسانی بھی عدم سے نکلکر وجود میں آتی ہے کما قال تعالیٰ؛

اولا یذکر الانسان انا خلقناہ من قبل ولم یک شیئا۔	کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ انسان کو ہم نے پیدا اور حالانکہ پہلے کچھ بھی نہ تہا۔
الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا فاذا انتم توقدون۔	خدا ہی نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ پیدا کی پس اُس سے تم آگ سلگاتے ہو۔
انا جعلناھا فتنۃ للظالمین انھا شجرۃ تخرج فی اصل الجحیم؛	بیشک ہم نے اُس درخت کو کافروں کی آزمایش کیلئے بنایا ہے وہ جہنم کی جڑ میں نکلتا ہے؛

اور سہارنپور کے کمپنی باغ میں بکثرت ایسے درخت موجود ہیں کہ جنکا نشو و نما صرف آگ سے ہوتا ہے۔ پس جو علیم و قدیر ایک ضد سے دوسری ضد کی تربیت کر سکتا ہی۔ ایک ضد کو دوسری ضد سے باقی رکھ سکتا ہی۔ کیا وہ نیست سے ہست نہیں کر سکتا۔

چنانچہ مولانا روم قدس سرہ السامی فرماتے ہیں

در عدم ہستی برادر چون بود — ضد اندر ضد چون مکنون بود

سوال / بقا اندر فنا

یخرج الحیّ من المیّت بدان — کہ عدم آمد امید عابدان

پس خزانہ صنع حق باشد عدم — کہ برآرد زو عطاہا دمبدم

مُبدِع آمد حق و مبدع آن بود — کو برآرد فرع بے اصل و سند

(مثنوی صفحہ ۱۹ ج ۵)

قطرۂ کو در ہوا شد یا کہ ریخت — از خزینہ قدرت تو کے گریخت

گر در آید در عدم یا صد عدم — چو بخوانیش او کند از سر قدم

صد ہزاران ضد ضد را می کشد — باز شان حکم تو بیرون می کشد

از عدمہا سوی ہستی ہر زمان — ہست یارب کاروان در کاروان

خاصہ ہر شب جملہ افکار و عقول — نیست گردد جملہ در بحر نغول

باز وقت صبح آن اللّٰہیان — بر زنند از بحر سر چون ماہیان

(صفحہ ۱۶۷ ج ۱)

تکوین عالم از نیستی و عدم

از

علامہ احمد بن مسکویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

(۱) اس میں غالباً کسی کو بھی شک نہ ہوگا کہ جب مادہ کوئی جدید صورت اختیار کرتا ہے تو پہلی صورت بالکل معدوم ہو جاتی ہے، اس لئے کہ اگر صورت قدیمہ معدوم نہ ہو تو صرف دو احتمال ہیں۔

اول یہ کہ یہ صورت جسم سے علیحدہ ہونے کے بعد کسی دوسرے جسم کو لاحق ہو جائے لیکن یہ سراسر مشاہدہ کے خلاف ہے، خمیر یا موم کو جب ہم کسی دوسری شکل میں بدل ڈالتے ہیں تو ہماری اس تبدیل سے وہ پہلی شکل کسی جسم کو نہیں لاحق ہو جاتی۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس جسم میں جدید صورت کیساتھ پہلی صورت بھی باقی رہے سو یہ احتمال

اسلئے باطل ہے کہ اس مین اجتماع ضدین لازم آتا ہی مثلاً فرض کیجئے کہ پہلی صورت مستدیر تھی اور دوسری مستطیل۔ پس یہ کیسے ممکن ہی کہ ایک شئی ایک ہی حالت میں مستطیل بھی ہوا ور مستدیر بھی مسطح بھی ہو اور مدوّر بھی۔

غرض یہ کہ آپ کو طوعاً و کرھاً یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ پہلی صورت بالکل معدوم ہوگئی اور اس جدید صورت نے یقیناً عدم محض سے نکلکر عالم وجود میں قدم رکھا ہے۔

اس تقریر سے صور اور اشکال کا حادث ہونا اور انکا عدم محض سے وجود میں آنا بخوبی ثابت ہوگیا رہا مادہ سو وہ کسی حالت میں بھی صورت سے خالی ہوکر موجود نہیں ہو سکتا۔

مادہ جس حالت میں بھی ہوگا کوئی نہ کوئی صورت اس کیلئے ضرور ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ مادہ اور صورت دونون متلازم ہیں۔

پس جب کہ یہ ثابت ہوگیا کہ صورت حادث ہی اور عدم محض سے وجود میں آتی ہی اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ثابت ہو چکا کہ مادہ کسی حالت میں سے صورت سے علیحدہ ہوکر موجود نہیں ہو سکتا۔

پس ضرور ہے کہ مادہ بھی ضرور صورت کیطرح حادث ہو اور عدم محض سے وجود میں آیا ہو۔

ورنہ اگر مادہ قدیم ہو تو صورت کا بھی قدیم ہونا لازم آئیگا اسلئے کہ ملزوم (مادہ) کا قدیم ہونا لازم (صورت) کے قدیم ہونے کو مستلزم ہی۔

مثلاً چار میں اور زوجیۃ میں تلازم ہے پانچ میں اور فردیۃ میں لزوم ہے۔

جب سے زوجیت ہے اُسی وقت سے چار بھی ہیں یہ ناممکن ہے کہ چار ہون اور زوجیت نہو۔ پانچ ہوں اور فردیت نہو۔

علیٰ ہذا یہ بھی ناممکن ہی کہ زوجیت ہو مگر چار یا چار کے ہم معنی (یعنی برابر کے دو حصوں پر منقسم ہونیوالا کوئی عدد) نہو۔ یا مثلاً جب آفتاب ہوگا تو دن ضرور ہوگا آفتاب کا بغیر دن کے اور دن کا بغیر آفتاب کے پایا جانا محال ہے۔

اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ مادہ ہو اور اُس کو کوئی صورت اور کسی قسم کی شکل لاحق نہو۔ یا صورت ہو مگر مادہ نہو۔ غرض

یہ کہ دونون متلازم ہیں۔ اور متلازمین کیلئے یہ ضرور ہی کہ دونون کا وجود ایک ہی وقت سے شروع ہو

ٹھیک اسی طرح مادہ کا وجود بھی اسی وقت سے ہونا چاہئے جسوقت سے کہ صورت کا وجود ہے اور صورت کا وجود ظاہر ہے کہ ازلی اور قدیم نہیں پس مادہ کا وجود کہاں سے ازلی اور قدیم ہو سکتا ہے۔ ضرور ہے کہ وہ بھی صورت کیطرح عدم محض سے وجود میں آیا ہو اسلئے کہ مادہ بسیط ہے اس سے پہلے کوئی اور شئی نہ تھی کہ جس کی نسبت یہ کہا جائے کہ یہ مادہ اس سے پیدا ہوا کیونکہ اس صورت میں مادہ کیلئے مادہ ہونا لازم آتا ہے۔

(۲) بلکہ ہر شئے اپنے عدم ہی سے وجود میں آتی ہے جو کچھ بھی ظاہر ہوتا ہے وہ اپنی ضد ہی سے نکلکر ظاہر ہوتا ہے۔"

حیوان غیر حیوان یعنی منی سے اور منی غیر منی یعنی دم سے اور دم غیر دم یعنی غذا سے اور غذ غیر غذا یعنی نباتات سے۔ اور نباتات غیر نباتات یعنی عناصر اربعہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ بغیر صورت دموی کے فنا ہوئے۔ صورت حیوانی کا پیدا ہونا محال ہے۔ علی ہذا صورت غذائی اور صورت نباتی کا بغیر صورت عنصری کے فنا ہوئے پیدا ہونا محال ہے۔ غرض یہ کہ ہر وجود عدم کو مقتضی ہے۔

پس جسطرح ہر دور میں وجود سے پہلے ایک عدم ہے ٹھیک اسی طرح بسائط اور ذرات کے دور میں بھی وجود سے پہلے ایک بسیط عدم ہونا چاہئے کہ جس سے یہ بسائط اور ذرات نمودار ہوئے ہوں۔

(۳) نیز ایجاد ہمیشہ عدم ہی سے ہوا کرتی ہے دو موجود چیزوں کے ملا دینے کا نام ایجاد نہیں اس کو ترکیب کہتے ہیں کذا فی الفوز الاصغر صفحہ ۳۰ " وفی المثنوی صفحہ ۱۶۸ جلد ۵ "

ہست مطلق کارساز نیستی ست — کارگاہ ہست کن جز نیست چیست
بر نوشتہ ہیچ بنویسد کسے — یا نہالے کارد اندر مغرسے
کاغذے جوید کہ آن بنوشتہ نیست — تخم کارد موضعے کہ کشتہ نیست

حدوث عالم پر دوبارہ نظر

الحاد پسند طبیعتوں نے جو بہتر سے بہتر اور قوی سے قوی حجت قدم عالم کیلئے اختراع کی ہے۔ وہ یہ

ہے کہ اگر اس عالم کو حادث مان لیا جائے تو آفرینش عالم سے پہلے خدا کی شان تکوین اور تخلیق کا معطل اور بیکار ہونا لازم آتا ہے۔

نیز جب اُس کی شان تکوین اور صفت خالقیت ازلی اور قدیم ہے تو مکوّنات اور مخلوقات بھی قدیم اور ازلی ہونی چاہئیں "

جواب

حقیقت یہ ہے کہ کسی صفت کا وجود اسکے اظہار پر موقوف نہیں۔ مثلاً کاتب اور شاعر جس حالت میں کتابت سے فارغ ہی اس وقت میں بھی کاتب اور شاعر ہی۔ تلوار جسوقت نیام میں ہی اُسوقت بھی قاتل ہی سنکھیہ جسوقت شیشی میں ہے اُسوقت بھی قاتل اور مہلک ہی لیکن ظہور اس قتل اور ہلاک کا تلوار کے چلانے پر اور سنکھیہ کے استعمال پر موقوف ہی۔

آگ بیشک ہر حال میں محرق ہی لیکن ظہور اس کا جب ہوگا کہ جب کوئی شے اس سے متعلق ہو ٹھیک اسیطرح وہ ذات پاک ہمیشہ سے خالق ہی لیکن خالقیت کا ظہور جب ہوگا کہ جب صفت تکوین اور تخلیق اس کے ساتھہ متعلق ہو۔

خلاصہ یہ کہ صفات قدیم اور ازلی ہیں اور اُن کے تعلقات اور متعلقات حادث ہیں "

غرض یہ کہ اتصاف۔۔ اور شی ہے اور ظہور اور شی ہے۔ عدم ظہور سے عدم اتصاف لازم نہیں ظہور نہ ہونے سے اتصاف پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ لازم آئیگا کہ موصوف ظہور وصف سے پہلے موصوف بالوصف ہی نہ رہے۔

اسی طرح عدم ظہور خالقیت سے خدا کو غیر خالق سمجھ لینا سخت نادانی ہی۔ مزید توضیح کیلئے ایک مثال سمجھئے وہ یہ کہ نور اور شعاع آفتاب کیلئے لازم اور غیر منفک ہیں۔ اسلئے آفتاب کی ذات انوار اور شعاعوں کیلئے منبع اور سر چشمہ ہے "

لیکن اگر ایک طرف نور اور شعاع کا تعلق آفتاب کے ساتھہ ہی تو دوسری طرف زمین کے ساتھہ بھی ہی لیکن آفتاب کے ساتھہ دائمی ہی اور کسی وقت نور اور شعاع آفتاب سے منفک نہیں ہوتے۔

اور زمین کیساتھہ تعلق حادث ہی اسی وجہ سے زمین کبھی روشن ہوتی ہی اور کبھی نہیں۔ نور آفتاب زمین کیلئے ایسا ہی جیسا انسان کیلئے سایہ اور عکس اور وہ کوئی لازمی اور دائمی شی نہیں۔ یقیناً ایک حادث اور

فانی شے ہے۔ اسی طرح صفت تکوین اور تخلیق اور ترزیق اور احیاء او رامانت کا تعلق ایک حق جل وعلیٰ سے ہے اور یہ تعلق دائمی اور لازمی ہی اس میں کبھی تغیر نہیں آسکتا۔ وہ ہر حال میں ان صفات کمال کے ساتھہ موصوف ہی دوسر تعلق ممکنات اور حادثات کیساتھہ ہی اور وہ حادث ہی مثلاً آج کسی کیساتھہ صفت احیاء کا تعلق ہوگیا تو وہ زندہ ہوگیا اور چند روز کے بعد صفت امانت کا تعلق ہوگیا تو وہ مرگیا۔ غرض یہ کہ یہ تعلق حادث ہی اور اُسی کیوجہ سے ممکنات میں تغیر اور تبدل ہوتا رہتا ہی۔ کبھی کوئی غنی ہے اور کوئی مفلس کوئی حاکم اور کوئی محکوم۔ اس تغیر سے ذات باری تعالیٰ عزاسمہٗ میں کوئی تغیر لازم نہیں آتا۔

اگر آفتاب کی شعاعوں اور کرنوں کا تعلق درودیوار کے ساتھہ ہو تو اس سے آفتاب کی ذات یا صفات میں کیا نقصان۔

اسیطرح اگر اُس ذات احدیت کی شان تکوین اور تخلیق او صفت مالکیت کا کسی کیساتھہ بھی تعلق ہو تو تب بھی وہ خالق اور مالک ہی۔ اُسکا خالق او مالک ہونا عالم کے پیدا ہونے پر کسی طرح موقوف نہیں اور جسطرح وہ آفرینش عالم سے پہلے مالک تہا اسیطرح وہ اس عالم فنا ہونے کے بعد مالک رہیگا۔ چنانچہ قرآن عزیز میں ہی کہ جب سب مرچکے ہونگے تو وہ احکم الحاکمین یہ فرمائیگا۔

لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَہَّارِ

خلاصہ

یہ کہ یہ صفات قدیم ہیں اور تعلقات او متعلقات سب حادث ہیں کل یوم ھو فی شان چنانچہ بھومکا کے صفحہ ۱۷ پر ہے۔

س ش
پیدائیش عالم سے پہلے خدا اس پیدا شدہ عالم کا ایک بے عدیل مالک تہا، اور ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۱۴۱ پر ہے۔

تمام مخلوقات کا ایک ہی مالک اعلیٰ تہا جو سب جگت موجود ہونے سے پہلے موجود تھا آہ ان دونوں عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ خدا پیدائش سے پہلے ہی خالق او مالک تہا پیدائش بعد میں ہوئی اس کا خالق اور مالک ہونا اس پر موقوف نہیں کہ عالم ہمیشہ سے اُس کیساتھہ ازلی اور قدیم ہو اور اگر خدا کا خالق اور مالک ہونا مادہ اور روح کے قدیم ہونے پر موقوف ہو تو

خدا اپنے موصوف ہونے میں دوسروں کا محتاج ہوگا جو اُس کے موصوف بالذات ہونیکے سراسر خلاف ہے اسلئے کہ موصوف بالذات اُسکو کہتے ہیں کہ جو اپنے اتصاف میں کسی کا محتاج نہ ہو۔

پادری مول اپنی کتاب کے صفحہ ۱۳ پر لکھا ہے،

مقدس نوشتوں کی یہ تعلیم ہے کہ مادہ یا روح کی اصل خواہ کچھ ہی ہو لیکن مادی اور روحانی جہان خدا کی ہستی اور ازلی اور خودمختاری کے شرائط نہیں بلکہ اس کے نتیجہ ہیں الخ۔

(۲)

علاوہ ازیں اگر صفت کے قدیم ہونے سے متعلق کا قدیم ہونا ضروری ہے تو پھر عالم کی ہر ہر چیز قدیم اور ازلی ہونی چاہیئے اسلئے صفت خالقیت اور مالکیت کا تعلق صرف ایک دو شی سے نہیں ہر ہر فرد ہر ہر ذرہ کے ساتھ ہے علیٰ ہذا موت اور حیات اور رزق وغیرہ بھی ازلی ہونی چاہئیں۔ غرض یہ کہ اس بنا پر کوئی شئے قدم اور ازلیۃ سے باہر نہیں ہو سکتی وھو ظاھر البطلان۔

(۳)

نیز صفت خالقیت کا ظہور تو عالم کے مخلوق ہونے سے ہوگا یہ عجب طرح کی منطق ہے کہ صفت خالقیت کا ظہور مادہ اور روح کے غیر مخلوق اور ازلی ہونے سے ہو، صفت احیاء کا ظہور حیات کے ذریعہ سے ہونا چاہیئے نہ کہ عدم حیات اور موت کے ذریعہ سے صفت اماتت کا ظہور موت کے ذریعہ سے ہونا چاہیئے نہ کہ عدم موت کی ذریعہ سے ٹھیک اسیطرح شان خالقیت کا ظہور مخلوق اور حادث ہونے کے ذریعہ سے ہونا چاہیئے نہ کہ قدیم اور ازلی ہونے سے۔ واللّٰہ اعلم۔

(۴)

نیز یہ امر خلاف حکمت ہے کہ بعض صفات الٰہیہ کا اظہار ہو اور بعض کا نہ ہو، شان سمیعی اور بصیری کے اظہار کیلئے انسان کو سمع و بصر عطا فرمائی۔ اور شان علیمی اور خبیری کے ایک ادنیٰ تجلی سے انسان کو صاحب علم و خبر بنا دیا۔ مومنین مخلصین کو صفت رحم و کرم کا، عصاۃ مومنین کو صفت عفو و مغفرت کا۔ کافروں کو شان قہر و انتقام کا مورد اور تجلی گاہ بنایا۔

پس ضرور تھا کہ جسطرح شان سمیعی اور بصیری اور علیمی اور خبیری کا اظہار فرمایا اسی طرح شان احدیت و صمدیت۔ غنا۔ توحید یہ تمام صفات اور شئون معرض ظہور میں آئیں اور شان احدیت کا اظہار

صرف اسی طرح ہو سکتا ہے کہ صرف وہی ایک ذات موجود ہو اور باقی تمام کائنات پردۂ عدم میں مستور ہوں۔ پھر جب قدرۃ اور ارادہ اُن کے متعلق ہوا سو وقت یہ تمام معدومات پردۂ عدم سے نکلکر شان کن فیکون کے اظہار کیلئے معرضِ وجود میں آئیں۔ اور شان صمدیۃ اور استغناء کا ظہور صرف اس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ علیم و قدیر اور وہ غنی مطلق اپنی ایجاد اپنی تخلیق اپنی تکوین میں کسی قسم کے اعانت اور امداد کا محتاج نہ ہو۔ محض اپنی قدرت اور ارادہ سے نیست کو ہست اور نابود کو بود کرتا ہو۔ لوہار اور بڑھی کی طرح اپنی تخلیق اور تکوین میں مادہ اور روح کا محتاج نہ ہو۔

(۵)

نیز یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ایجاد تکوین اور ترکیب کے مفہوم میں کیا فرق ہے ایجاد اور تکوین کے معنی صرف یہ ہیں کہ کسی معدوم کو پردۂ عدم سے نکالکر مسند وجود پر بٹھلا دیا جائے اور ترکیب کے معنی صرف یہ ہیں کہ دو چیزوں کو آپس میں ملا دیا جائے۔ پس صفت ایجاد اور شان تکوینی کا ظہور صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ معدوم کو موجود اور نیست کو ہست کیا جائے۔ مادہ اور روح کے ملانے سے صرف شان ترکیب اور تصویر ظاہر ہو سکتی ہے۔ صفت ایجاد اور شان تکوینی کا ظہور نہیں ہو سکتا اس کی صفت فقط مصور ہی نہیں بلکہ وہ خالق اور باری ہے ؎ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ ؎

(۶)

نیز شان اولیۃ کا اظہار بھی صرف اسی طرح ہو سکتا ہے کہ صرف ابتداء میں وہی ایک ذات احد ہو اور کوئی نہ ہو۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ؎

(۷)

نیز شان احاطہ کا ظہور صرف اس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ تمام سلسلہ اُس کے احاطہ میں ہو۔ اس کے احاطہ سے باہر نہ ہو۔ اور احاطہ میں آجانے کے بعد پھر اُس شئے کو غیر متناہی اور غیر محدود ماننا سراسر خلاف عقل ہے ؎

قال تعالیٰ اَلَا اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ اھ | آگاہ ہو جاؤ کہ حق تعالیٰ بے شک سب کو محیط ہے ؎

اور ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۱۹۸ باب ۱۲ سوال زیر عنوان ؎

(پرمیشور کے محیط کل ہونے کے دلائل)

اور ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۰۷ باب ۷ سوال ۴۴ کا جواب۔ (اور وہ بوجہ محیط کل ہونے کے)۔
اور بھومکا کے صفحہ ۵۳ پر ہے۔ (اس سے پہلے محیط کل پرمیشور تھا)۔
اور ستیارتھ کے صفحہ ۴۴۶ باب ۱۲ نمبر ۱۶ پر ہے۔ (جو محیط کل ہے)۔
اور ستیارتھ کے صفحہ ۴۴۴ باب ۱۲ نمبر ۵۳ پر ہے (ایشور محیط اور بے لوث ہے)۔
اور دوسری سطر میں ہے (کہ جو احاطہ میں ہے وہ محدود اور محاط ہے)۔
لہٰذا جب وہ محیط کل تمام عالم کو محیط ہے تو لامحالہ عالم محدود اور محاط ہوگا غیر محدود اور غیر متناہی نہ ہوگا۔
پس خدا کو محیط کل ماننے کے بعد سلسلۂ عالم کو غیر محدود اور غیر محصور ماننا کھلا ہوا تناقض اور صریح اختلاف ہے

(۸)

نیز ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۰۹ باب ۷ سوال ۵۰ کے جواب میں ہے۔
(پرمیشور اپنے کاموں میں خود مختار ہے۔)
اور اسی صفحہ کے ۵۱ سوال کے جواب میں ہے۔
دنیا کو قائم رکھنا اور فنا کرنا اور سب کو انتظام میں رکھنا پرمیشور کے افعال ہیں۔ اھ
اور ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۴۴۶ باب ۱۲ نمبر ۵۹ سے ۶۲ تک خدا کے فاعل مختار ہونے کا مفصل تذکرہ ہے۔ اھ

اور ستیارتھ صفحہ ۲۰۳ باب ۷ پر ہے

۳۶۔ سوال۔ پرمیشور کے کان، آنکھ وغیرہ حواس نہیں تو پھر وہ حواس کے کام کس طرح کرسکتا ہے۔
جواب۔ یہ اپنشد کا قول ہے پرمیشور کے ہاتھ نہیں لیکن اپنی طاقت کے ہاتھ سے سب کو بناتا اور قابو میں رکھتا ہے۔
پاؤں نہیں لیکن محیط ہونے کے باعث سب سے زیادہ صاحب رفتار حرکت دینے والا ہے۔ آنکھ کا آلہ نہیں لیکن سب کو ٹھیک ٹھیک دیکھتا ہے کان نہیں لیکن سب کی باتیں سنتا ہے۔ حواس باطنی نہیں مگر تمام دنیا کو جانتا ہے وہ حواس کے بغیر اپنے سب کام اپنی طاقت سے کرتا ہے۔ اھ
اور ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۰۴ پر ۳۸ سوال کے جواب میں ہے۔
جتنے مکان اور زمانہ میں فعل کرنا مناسب سمجھتا ہے اتنے ہی مکان اور زمان میں فعل کرتا ہے۔

اس سے نہ زیادہ نہ کم۔ کیونکہ وہ علیم ہے۔ اھ

عبارات بالا سے یہ امر بخوبی ثابت ہوگیا کہ عالم کا پیدا کرنا اور فنا کرنا حق تعالیٰ کا ایک اختیاری فعل ہے۔ اور فعل خواہ کسی قسم کا ہو کسی طرح قدیم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ فعل ایک خاص حرکت نام ہے کہ جو خاص وقت اور خاص مکان میں ہو۔

اور حرکت کے مفہوم ہی میں تجدد اور حدوث اور مسبوق بالغیر ہونا داخل ہے۔

نیز حرکت محرک سے مؤخر ہوتی ہے اور تمام حرکات کا سلسلہ محرک پر منتہی اور مختتم ہونا ضروری ہے۔ نیز فاعل مختار کا فعل ارادہ کے بعد ہوتا ہے اور جو شئے کسی کے بعد ہو وہی حادث ہے پس خدا کا یہ فعل یعنی مادہ اور روح میں ترکیب اور ترتیب کس طرح قدیم اور ازلی ہو سکتا ہے۔ لامحالہ یہ تمام سلسلہ اس کے ارادہ پر ختم ہو جائیگا۔ (ان ربک فعال لما یرید)

صفاتِ متشابہات

وز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم خواندہ ایم	اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم

خدا کی ذات کو اپنی ذات پر اور اس کی صفات کو اپنی صفات پر قیاس کرنا سخت نادانی ہے۔ ہر جگہ مخلوق کو بھی مخلوق پر قیاس نہیں کر سکتے۔ خالق تو درکنار پیشاب کو پیشاب پر بو میں قیاس کر سکتے ہیں مگر گلاب کو پیشاب پر قیاس نہیں کر سکتے۔ مردہ کو مردہ پر قیاس کر سکتے ہیں مگر زندہ کو مردہ پر قیاس نہیں کر سکتے۔ قیاس وہاں ہو سکتا ہے جہاں کسی قسم کی مشابہت ہو اور مخلوقات کو خدائے بے مثل سے کچھ بھی مشابہت نہیں۔ قال تعالیٰ،

لیس کمثلہ شیء۔ | کوئی شئے اس کے مثل نہیں۔

ھل تعلم لہ سمیا ولہ المثل الاعلیٰ } کیا اسکا کوئی ہم نام معلوم ہے بالا اور برتر شان اسی کیلئے مخصوص ہے۔

اور اگر مخلوقات کو خالق کیساتھ وجود، علم و قدرت، حیات میں کچھ مشابہت ہے بھی تو برائے نام۔ زمین کی روشنی اور چمک کو آفتاب کی روشنی سے کیا نسبت۔ اگر ہے تو وہ برائے نام، سب جانتے ہیں کہ وہ آفتاب ہی کا فیض ہے، ورنہ زمین کی روشنی کجا اور نور آفتاب کجا۔ پس اسکی حیات ہماری حیات کی طرح نہیں اور اسکا سننا اور دیکھنا اور کلام کرنا ہمارے سننے اور دیکھنے اور کلام کرنے کے مشابہ نہیں۔

وہ اپنے سننے اور دیکھنے اور ادراک اور علم میں جوارح کا محتاج نہیں اسکے علو کیلئے کوئی مکان اور جہت نہیں اُس کے نزول اجلال کیلئے کوئی حرکت نہیں۔ اُس کی رضا و غضب کے کوئی کیفیت نہیں۔
بہرحال اُس کی شان اعلیٰ اس سے برتر ہے کہ کسی عقلی یا حسی شئ کو اُس پر قیاس کر سکیں لیکن تقریب الی الفہم کیلئے اُس کی شئون اور صفات کو اُنہی کی زبان اور محاورات میں ذکر کیا جاتا ہے۔ ؎

عقول علیہا فہم ما تم یعسر	علیٰ جہۃ التقریب للذہن اذ لنا

یعنی چونکہ اُس کی صفات اور شئون کا سمجھنا بہت دشوار تھا اسلئے تقریب الی الاذہان کے لئے اس قسم کے محاورات استعمال میں لائے گئے۔ کما قال تعالیٰ،
وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ؛
تمام ملتیں اور ادیان سماویہ اس پر متفق رہی کہ خدا کی صفات کمال کو محاورات اور معروف الفاظ میں ذکر کیا جائے۔ تاکہ عام عقلیں خدا کو پہچان سکیں اور ساتھ ہی ساتھ لیس کمثلہ شئ سے بھی آگاہ کر دیا تاکہ خالق اور مخلوق میں کسی قسم کا قیاس نہ جاری کر سکیں۔ اور زیادہ بحث و تفتیش میں نہ پڑیں۔ انسان اپنی محدود اور ناقص اور قلیل علم سے اُس خداوند قدوس کے بے کم و کیف اور بعید و بے پایاں ذات اور صفات کا تو درکنار اپنی ہی ذات کا پورا ادراک نہیں کر سکتا تمام حکما ختم ہو گئے مگر جسم اور روح کی حقیقت آج تک نہ سمجھ سکے۔
ہاں اجمالی طور سے صرف اس قدر معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ ذات جامع کمالات ہے اور اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے بے مثل اور یکتا ہے۔ قال تعالیٰ،،

اور نہیں دیا گیا تم کو کوئی حصہ علم کا مگر بہت ہی قلیل اُسکے علم میں سے کسی شئے کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے،،	وما اوتیتم من العلم الا قلیلا و لا یحیطون بشئ من علمہ الا بما شاء

اور اسی وجہ سے کہ خدا کی ذات و صفات کے متعلق زیادہ بحث و تفتیش کرنا اُس کی کیفیتوں میں غور و خوض کرنا محض لاحاصل ہی نہیں بلکہ کج فہمی کی دلیل ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی اُمت کو حکم فرما دیا۔

مخلوق میں تفکر کرو خالق میں نہیں،،	تفکروا فی الخلق ولا تفکروا فی الخالق۔

وان الی ربک المنتھی ولا فکرۃ فی الخالق | اللہ تک سب چیزیں ختم ہو جاتی ہیں خالق میں فکر نہ کرنا چاہیئے

اور اسی وجہ سے صحابہ کرام کا تمام قرن اسیطرح سے گذرا کہ وہ خدا کی تمام صفات کما لیہ پر ایمان رکھتے تھے اور تنزیہ اور تقدیس کیلئے لیس کمثلہ شئ۔ پڑھ لیا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان صفات کے ذکر کرنے سے مقصد صرف اسقدر ہی کہ ہم ان صفات کے ذریعے اپنے خالق کو پہچان سکیں۔ اور یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ ہماری طرح آنکھ سے دیکھتا ہی اور کان سے سُنتا ہی اسلئے کہ جسطرح اوسکی ذات بے چون وچگوں ہے اسی طرح اُس کی صفات اور شؤون بھی بے چون وچگون ہیں۔

استواء علی العرش

قال تعالیٰ الرحمٰن علی العرش استوی (الآیۃ)

جب یہ ثابت ہو گیا کہ اُس کی ذات ہماری ذات اور اُس کی صفات ہماری صفات کے مشابہ اور مماثل نہیں یقیناً وہ علیم وخبیر سمیع وبصیر ہے مگر ہماری طرح نہیں، بدون مضغۂ لحم کے ادراک کرتا ہی اور بے کان کے سُنتا ہے اور بے آنکھ کے دیکھتا ہی بدون زبان کے کلام کرتا ہی، ہماری طرح ان اعضاء اور جوارح کا محتاج نہیں۔

واللہ الغنی وانتم الفقراء | اللہ ہر طرح بے نیاز ہے اور تم حاجتمند ہو

پس جسطرح وہ بغیر آنکھ اور کان کے سمیع وبصیر ہے ٹھیک اسیطرح وہ بغیر جہۃ اور مکان کے مستوی علی العرش بھی ہی، اگر بغیر آنکھ اور کان کے دیکھنا اور سُننا ممکن ہی تو بغیر جہۃ اور مکان کے عرش پر مستوی ہونا بھی ممکن ہے اور جسطرح اسکے علم اور سمع وبصر کی کیفیت حیطۂ عقل سے باہر ہی اسیطرح استواء علی العرش کی کیفیت بھی احاطۂ ادراک سے خارج ہے۔ چنانچہ امام مالک علیہ الرحمۃ سے جب استواء علی العرش کی کیفیت دریافت کی گئی تو یہ ارشاد فرمایا کیفہ غیر معقول والاستواء غیر مجھول والایمان بہ واجب والسؤال عنہ بدعۃ انتہی"

یعنی اُس کی کیفیت عقل میں نہیں آسکتی، نیز اُس کی ذات اور اُس کی تمام صفات کم وکیف سب سے منزہ اور پاک ہیں۔ لہٰذا جو شئے کہ کم وکیف سے پاک ہے اُس کی کیفیت دریافت کرنا سراسر غیر معقول ہے۔

اور عقل استوا علی العرش کی اگرچہ کیفیت اور حقیقت سے واقف نہیں مگر اتنا ضرور جانتی ہے کہ یہ ایک صفت کمال ہے کہ جس پر بلا تشبیہ کے ایمان لانا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ اس کی علم و قدرت سمع و بصر پر بلا تشبیہ کے ایمان لانا حتمی اور لازمی ہے اور اس قسم کا سوال بدعت ہے کیونکہ ادیان سماویہ اور سلل الٰہیہ اور خیر القرون میں کبھی اس قسم کا سوال نہیں پیدا ہوا اسلئے کہ وہ سب جانتے تھے کہ یہ سب صفات کمال ہیں خدا کا ان کی ساتھ موصوف ہونا لابدی ہے مگر ہماری طرح نہیں۔ لیس کمثلہ شئ ؛

غالباً ہمارے اس بیان کے بعد استوا علی العرش کے بارہ میں کسی قسم کا شک نہ رہا ہوگا۔ اور اگر اب بھی کچھ خلجان باقی ہے تو ہم چند اکابر امت کی تحقیق آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں اگر خدا کے فضل اور اس کی توفیق نے دستگیری فرمائی تو انشاء اللہ العزیز آپکو اطمینان ہو جائیگا؛

حجۃ الاسلام امام غزالی قدس اللہ سرہٗ

قل لمن یفہم عنی ما اقول	اترک البحث فذا شرح یطول

جو شخص استوا علی العرش کی حقیقت سمجھنا چاہے اس سے کہدو کہ اس تفتیش کو چھوڑ دو۔ اس کی شرح بہت طویل ہے

ثم سر غامض من دونہ	قصرت واللہ اعناق الفحول

یہ ایک سربستہ راز ہے جس کے سامنے بڑے بڑے علماء کے گردنیں خم ہیں

انت لا تعرف ایاک ولم	تدر من انت ولا کیف الوصول

اے طالب تو اپنی ہی حقیقت سے واقف نہیں کہ تو کون ہے اور کس طرح ہے

لا ولا تدری صفات رکبت	فیک حارت فی خفایاھا العقول

اور نہ ان صفات کو جانتا ہے کہ جو تیرے میں پیوست ہیں ان کے اسرار و دقائق کے ادراک میں عقلیں حیران ہیں

این منک الروح فی جوھرھا	ھل تراھا وتری کیف تجول

بتلاؤ کہ روح کہاں ہے اور اس کی کیا حقیقت ہے اور کیا اس کو دیکھتے ہو اور کس طرح وہ حرکت کرتی ہے،

لہ مجانی الادب صفحہ ۴ جلد ۴ و مشارق الانوار صفحہ ۳۴؛

وَكَذَا الْأَنْفَاسُ هَلْ تَحْصُرُهَا	لَا وَلَا تَدْرِي مَتَى عَنْكَ تَزُوْلُ

اور علی ہذا انفاس (سانس) کو کیا شمار کر سکتے ہو۔ ہرگز نہیں۔ اور تم کو یہ معلوم کہ وہ تم سے کب علیحدہ ہونگے

أَيْنَ مِنْكَ الْعَقْلُ وَالْفَهْمُ إِذَا	غَلَبَ النَّوْمُ فَقُلْ لِي يَا جَهُوْلُ

اور جب نیند غالب آتی ہے تو عقل وفہم کہاں چلے جاتے ہیں۔ بتلا اے نادان

أَنْتَ أَكْلُ الْخُبْزِ لَا تَعْرِفُهُ	كَيْفَ يَجْرِي مِنْكَ أَمْ كَيْفَ تَبُوْلُ

نہیں تو یہ بھی اچھی طرح معلوم نہیں کہ کس طرح کھانا اندر پہنچتا ہے اور کس طرح تمکو پیشاب آتا ہے

فَإِذَا كَانَتْ طَوَايَاكَ الَّتِي	بَيْنَ جَنْبَيْكَ بِهَا أَنْتَ جَهُوْلُ

پس جبکہ تم اپنی انتڑیاں ہی کی حقیقت اور کنہ سے بے خبر ہو

كَيْفَ تَدْرِي مَنْ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى	لَا تَقُلْ كَيْفَ اسْتَوَى كَيْفَ النُّزُوْلُ

تو تم استواء علی العرش اور نزول الی السماء الدنیا کی کیفیت اور حقیقت کس طرح جان سکتے ہو

كَيْفَ يُجْلَى لِرَبٍّ أَمْ كَيْفَ يُرَى	فَلَعَمْرِي لَيْسَ ذَا إِلَّا فُضُوْلُ

خدا کی کیفیت کس طرح بیان ہو سکتی ہے اور کس طرح خدا دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ سب فضول باتیں ہیں

فَهُوَ لَا كَيْفَ وَلَا أَيْنَ لَهُ	وَهُوَ رَبُّ الْكَيْفِ وَالْكَيْفُ يَحُوْلُ

خدا تعالیٰ کیف اور این سب سے منزہ ہے اسلئے کہ وہ تو این اور کیف سب کا خالق اللہ ہے

وَهُوَ فَوْقَ الْفَوْقِ لَا فَوْقَ لَهُ	وَهُوَ فِي كُلِّ النَّوَاحِي لَا يَزُوْلُ

وہ فوق الفوق لعدہ والا اولا ہے اُس کے اوپر کوئی نہیں وہی سب جگہ حاضر وناظر ہے

جَلَّ ذَاتًا وَصِفَاتٍ وَعَلَا	وَتَعَالَى رَبُّنَا عَمَّا نَقُوْلُ

حق تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں اعلیٰ اور برتر ہے اور جو کچھ ہم کہتے ہیں اس سب سے منزہ ہے

شیخ ابو طاہر قزوینی علیہ الرحمۃ

خداوند عالم نے کائنات عالم کو مختلف طبقات پر تقسیم کیا ہے، اول زمین اور پانی کا طبقہ ہوا اور پھر کرۂ ہوا اور کرۂ نار ہے اور ان کے بعد سبع سموات اور سبع سموات کے کرسی جلال۔ اور کرسی جلال پر عرش عظیم۔ عرش کے بعد کسی مخلوق کا وجود ثابت نہیں۔ رہے سرادقات جلال سو وہ عرش

کے تابع ہیں۔ عرش سے جُدا نہیں۔

(الحاصل)

کائنات عالم میں سے کوئی شے دائرہ عرش سے باہر نہیں۔ سبع سموات اور سبع ارضین سب کو عرش عظیم محیط ہے اس کے بعد کسی مخلوق کا ہونا نہ کسی عقلی دلیل سے ثابت ہے نہ کسی نقلی دلیل سے غرض یہ کہ کائنات کا سلسلہ عرش عظیم پر ختم ہوجاتا ہے۔ پس الرحمٰن علی العرش استوی کے یہ معنی ہیں کہ خداوند عالم کی تکوین اور تخلیق کا سلسلہ عرش عظیم پر ختم ہوگیا اور کوئی مخلوق دائرہ عرش سے باہر نہیں۔

اور قرآن عزیز میں استوی کا لفظ ان معنی میں بکثرۃ مستعمل ہوا ہے قال تعالیٰ۔

ولمّا بلغ اشدہٗ واستوی ای استتم شبابہ	جب وہ اپنی جوانی کو پہنچ گیا اور اس کی جوانی ختم ہوگئی۔
کزرع اخرج شطأہ فآزرہ فاستغلظ فاستوی ای استتم ذلک الزرع۔	جیسے کھیتی نے نکالا اپنی سوئی کو۔ پھر اس کو مضبوط کیا پس موٹا ہوا۔ پھر کھیتی مکمل ہوگئی۔

استوی کے اصلی معنی مساواۃ کے ہیں کما قال تعالیٰ۔

ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون	کیا اہل علم اور غیر اہل علم برابر ہوسکتے ہیں۔

لیکن جب کوئی شئے اپنی نہایت اور کمال کو پہنچ جاتی ہے محاورۂ عرب میں اس کے لئے استوی کا لفظ مستعمل ہوتا ہے اور استواء شمس اور استواء میزان اسی سے ماخوذ ہے۔ قال تعالیٰ۔

فاذا استویت انت ومن معک۔	جب تم اور تمھارے ساتھی سوار ہوجائیں
لتستووا علی ظھورہ۔	تاکہ تم اس کی پشت پر بیٹھ جاؤ۔
واستوت علی الجودی۔	جودی پر ٹھہر گئی۔
فسوّٰھن سبع سمٰوات ای کمّل وتمم خلقھا۔ وقال تعالیٰ	خدا نے سات آسمان مکمل بنائے۔ پس جب میں اس کو تام الخلقۃ بنادوں
فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی۔	اور اس میں اپنی خاص روح ڈالدوں۔
یٰایھا الانسان ما غرک بربک الکریم الذی خلقک فسوّٰک فعدلک۔	اے انسان تجھ کو خدائے کریم کے بارہ میں کس نے دھوکہ دیا جس نے تجھ کو پیدا کیا اور درست اندام اور معتدل کیا۔

ؒ ؒ ؒ ؒ ؒ ؒ ؒ ؒ

ؒ ؒ ؒ ؒ ؒ

نیز خداوند عالم نے قرآن عزیز میں استوی علی العرش کو چھ جگہ ذکر فرمایا ہی اور ہر جگہ اُس سے قبل سبع و سموات اور سبع ارضین کے تخلیق کا تذکرہ کیا ہی جس سے صاف یہ معلوم ہوتا ہی کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اُس خداوند عالم نے زمین اور زمان اور کون مکان سب کو پیدا فرمایا اور اپنی تکوین اور تخلیق کے سلسلہ کو عرش عظیم پر ختم کر دیا۔

(۱) قال تعالیٰ ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش (سورۂ اعراف)

بے شک تمھارا رب اللہ ہے جس نے زمین و آسمان چھ دن میں بنائے اور پھر مستقر علی العرش ہوا۔ (سورۂ اعراف)

(۲) ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش یدبر الامر (یونس)

یقیناً تمھارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے پھر قائم ہوا عرش پہ تدبیر کرتا ہی تمام کاموں کی (سورۂ یونس)

(۳) تنزیلا ممن خلق الارض والسموات العلی الرحمن علی العرش استوی لہ ما فی السموات وما فی الارض وما بینہما وما تحت الثری (سورۂ طٰہٰ)

یہ قرآن اس ذات کا اتارا ہوا ہے جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا۔ وہ بڑا مہربان ہے عرش پر قائم ہوا اور آسمان اور زمین کے اور اُن کے درمیان کے اور تحت الثریٰ کی تمام چیزیں اُسی کی ملک ہیں (سورۂ طٰہٰ)

(۴) الذی خلق السموات والارض وما بینہما فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش (سورۂ فرقان)

اللہ ہی نے زمین اور آسمان کو اور ان کی درمیان کی چیزوں کو چھ دن میں پیدا کیا۔ پھر عرش پر قائم ہوا۔ (سورۂ فرقان)

(۵) اللہ الذی خلق السموات والارض وما بینہما فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش (سورہ سجدہ)

اللہ ہی نے سبع سموات اور سبع ارضین کو اور اُن کے مابین کو چھ دن میں پیدا فرمایا۔ پھر عرش پر قائم ہوا۔ (سورۂ سجدہ)

(۶) ھو الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش۔ (سورۃ حدید)

اُسی نے چھ دن میں آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ پھر عرش پر قائم ہوا۔ (سورۂ حدید)

الحاصل سبع سموات اور سبع ارضین کے بعد استوا علی العرش کو خصوصیت سے ذکر کرنا اسپر صاف دلالت کرتا ہی کہ الرحمن علی العرش استویٰ کے یہ معنی ہیں کہ خداوند عالم کے تخلیق اور تکوین کا سلسلہ عرش عظیم پر ختم ہو گیا۔

شیخ محی الدین ابن العربی قدس اللہ سرہ

تکوین عالم سے خداوند ذوالجلال کو حاشا اپنا کوئی ذاتی نفع اور نقصان مدنظر نہیں بلکہ مقصد یہ ہی کہ اپنی صفات کمال کے مظاہر پیدا کرے تاکہ مخلوق اپنی خالق کو ان مظاہر کے واسطے سے سمجھ سکے۔ ورنہ مخلوق کی کیا مجال کہ وہ اپنی خالق ذوالجلال کو بدون کسی مظہر یا تجلی کے سمجھ سکے۔ ۵

ولم یبد من شمس الوجود نورها	علی عالم الارواح شئ سوی القرص
ولیس تنال الذات فی غیر مظهر	ولو هلك الانسان من شدة الحرص
ولاریب فی قولی الذی بثثته	وما هو بالقول المموه بالخرص

اور ظاہر ہے کہ اُس کے کمالات کے کوئی نہایت نہیں اُسکی صفات کمال تو بیحد و بے پایاں ہیں پس اگر بعض صفات کمالیہ کے مظاہر پیدا کئے جائیں اور بعض کے نہ پیدا کئے جائیں تو مقصد ناتمام رہتا ہے۔ انسان کی حیات علم قدرت سمع وبصر کو اپنی حیات کاملہ اور علم وسیع اور قدرت تامہ اور بے کم وکیف سمع وبصر کا مظہر اور تجلی گاہ بنایا اور ایک سخی اور کریم کے ہاتھ کو اپنی افضال اور الطاف کا مظہر بنایا۔ اسیطرح مناسب ہے کہ صفت ملکیت اور حاکمیت کا بھی کوئی مظہر پیدا کیا جائے اسلئے کہ اس ذات عالی کا ایک نام ملک اور ملیک مقتدر بھی ہی۔

کما قال تعالیٰ یسبح للہ ما فی السموات وما فی الارض الملك القدوس العزیز الحکیم۔

تمام آسمان اور زمین کی چیزین ایسے خدا کی تسبیح پڑہتی ہین کہ جو بادشاہ اور پاک اور غالب اور حکمت والا ہی۔

تبارك الذی بیده الملك وهو علی کل شئ قدیر۔

مبارک ہے وہ ذات کہ جس کے ہاتھ مین تمام جہانون کی بادشاہی ہے اور وہ ہر شئے پر قادر ہی۔

فسبحان الذی بیده ملکوت کل شئ والیه ترجعون۔

پاک ہی وہ ذات کہ جس کے ہاتھ مین ہر چیز کی حکومت ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

غرض یہ کہ جب خداوند عالم تمام عالم کا بادشاہ اور احکم الحاکمین ٹھیرا تو اُس کیساتھ سلطنت اور بادشاہت کی

لوازم بھی ہونے چاہئیں اسلئے کہ کوئی شئے بدون لوازم کے مکمل نہیں ہوتی۔

اور ظاہر ہے کہ جب سلطنت ہوتی ہے تو اس کے لئے ایک دارالسلطنت اور پایۂ تخت بھی ہوتا ہے، وزراء اور حکام بھی ہوتے ہیں تمام وزراء پر ایک وزیر اعظم بھی ہوتا ہے۔ انتظام مملکت کیلئے پولیس بھی ہوتی ہے۔ اعداء سلطنت سے مقابلہ کیلئے فوج اور لشکر بھی ہوتا ہے۔ مجرموں کیلئے جیلخانہ اور خیر خواہان سلطنت اور ارکان دولت کے لئے دربار عام یا دربار خاص بھی ہوتا ہے۔

مجرموں کے جرم کے تفاوت سے جیلخانہ کی سزا اور میعاد میں فرق ہوتا ہے چوری اور زنا کے مجرم دو چار سال کیلئے جیلخانے بھیجدئے جاتے ہیں اور اعداء سلطنت اور باغیان حکومت کیلئے حبس دوام اور سزائے موت کا حکم ہوتا ہے۔

حکام میں فرق مراتب ہوتا ہے ایک حاکم اپنے ماتحت حاکموں کے احکام بدل سکتا ہے انکے فیصلے منسوخ کر سکتا ہے مگر وزیر اعظم کے فیصلہ کو کوئی حاکم اور کوئی وزیر منسوخ نہیں کر سکتا الا یہ کہ بادشاہ ہی اسکے فیصلہ کو منسوخ کرے تو کرے۔ ورنہ اور کوئی ایسا نہیں کہ جو اسکے فیصلہ کو منسوخ کر سکے۔

ٹھیک اسی طرح اس احکم الحاکمین نے اپنی شان ملکیت ظاہر کرنے کیلئے ایک پایۂ تخت یعنی عرش پیدا فرمایا۔

اور نظام عالم کے لئے حضرات انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مسند وزارت پر بٹھلایا اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو تمام وزراء کا وزیر اعظم بناکر مسند صدارت پر اپنے قریب بٹھلایا۔

اور ان وزراء کے واسطہ سے اپنے احکام اور فرامین سے خلقت کو آگاہ کیا۔ اور احکام شاہی کی تعمیل نہ کرنے والوں کیلئے ایک جیلخانہ بنایا جسکا نام جہنم ہے۔

وجعلنا جہنّم للکافرین حصیرا۔

جو شخص بادشاہ کی حکومت اور وزراء کی وزارت مانکر پھر سلطانی احکام میں تقصیر کرتا ہے تو اس کیلئے یہ جیلخانہ چند روزہ ہے۔ اور جو شخص بادشاہ یعنی خدا کی حکومت اور وزراء (انبیاء ورسل) کے وزارت (رسالت ونبوت) ہی تسلیم نہیں کرتا حکومت اور اسکے وزراء سے مقابلہ کرتا ہے تو اس کیلئے سوائے قتل یا حبس دوام کے کوئی سزا نہیں پہلی مثال اس گنہگار مسلمان کی ہے کہ جو خدا اور اسکے رسول کو مانتا ہے مگر ان کی پوری اطاعت نہیں کرتا۔ اور دوسری اس کافر کی ہے کہ جو سرے سے خدا یا اسکے

رسول ہی کو نہیں مانتا۔

اور رعایا کی نگرانی کے لیے ایک خفیہ کا محکمہ بھی قائم فرمایا کہ اُس محکمہ کے دو آدمی ہر وقت ہر انسان پر مسلط رہتے ہیں جو کچھ کرتا ہے وہ اسکو لکھتے رہتے ہیں اور اُس کو خبر نہیں۔ قال تعالیٰ۔

وان علیکم لحافظین کراماً کاتبین یعلمون ما تفعلون۔

بیشک تمہارے اوپر فرشتے نگہبانی کرنے والے محترم باعزت اعمال کے لکھنے والے مسلط ہیں۔ جو کرتے ہو وہ جانتے ہین۔

اور قیامت کے دن جب مقدمات پیش ہونگے اُسوقت آپکے یہ تمام کارنامے جو خدائی خفیہ (یعنی کراماً کاتبین) نے قلم بند کئے تھے وہ آپ کے سامنے ڈالدیئے جائینگے۔ کما قال تعالیٰ۔

ونخرج لہ یوم القیمۃ کتاباً یلقاہ منشوراً اقرأ کتابک۔ کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا۔ (سورۂ اسراء)

قیامت کے دن اُس کے سامنے ایک کتاب (نامۂ اعمال) نکالینگے جسکو وہ کھلا ہوا پائیگا اور اس سے یہ کہا جائیگا کہ اپنی اعمال کی کتاب کو پڑھ لو۔ آج تمہاری ذات حساب لینے کیلئے کافی ہے

ینبؤا الانسان یومئذٍ بما قدم واخر۔ (سورۂ قیامہ)

اس دن انسان کو اگلے اور پچھلے کے سب خبر دیدی جائے گی۔

واذا النفوس زوجت واذا المؤودۃ سئلت بای ذنب قتلت واذا الصحف نشرت۔ (سورۂ تکویر)

اور جس وقت جانین بدنون کیساتھ ملادیجائینگی اور جسوقت زندہ درگور لڑکی سے پوچھا جائیگا کہ کس گناہ مین قتل کی گئی اور جسوقت اعمال نامے پھیلائے جائینگے۔

اور چونکہ اُس کا کوئی دشمن نہ تھا اسلئے خود اپنے لئے ایک دشمن یعنی شیطان پیدا کیا اور اس کو ایک عظیم فوج بھی عطا کی۔ کما قال تعالیٰ۔

ان الشیطان کان للرحمن عصیا (سورۂ مریم)

شیطان بے شک خدا کا نافرمان ہے۔

وکان الشیطان لربہ کفوراً۔ (سورۂ اسراء)

اور شیطان اپنے پروردگار کا ناشکرا ہے۔

اولئک حزب الشیطان۔ (سورۂ مجادلہ)

یہی لوگ شیطان کے گروہ ہین۔

اور شیطان اور اس کی فوج کے مقابلہ کے لئے ایک لشکر ملائک کا پیدا فرمایا کما قال تعالیٰ۔

وللہ جنود السموات والارض وما یعلم جنود ربک الا ھو وان جندنا لھم الغالبون۔

اللہ ہی کیلئے لشکر ہین آسمانون کے اور زمینون کے اللہ کی لشکر ونکو اللہ کی سوا کوئی نہین جانتا ہمارا ہی لشکر غالب ہے۔

الحاصل شان ملکیت ظاہر کرنے کے لئے ایک پایۂ تخت یعنی عرش عظیم پیدا فرمایا۔ اور جس طرح قصر سلطانی اور باب عالی کے لئے کچھ مخصوص دربان ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس احکم الحاکمین نے اپنے پایۂ تخت کی دربانی کے لئے اپنے عظیم لشکر سے چند فرشتوں کو منتخب فرمایا کما قال تعالےٰ۔

وترى الملائكة حافين من حول العرش يسبحون بحمد ربهم ۔ (سورۂ زمر)	اور اے مخاطب تو فرشتوں کو دیکھیگا کہ وہ عرش کو گھیرے ہوئے ہوں گے اور خدا کی تسبیح اور تحمید پڑھتے ہوئے ہونگے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

خاکسار
محمد ادریس کاندھلوی
غفر الله له ولاهله آمین

القصيدة اللامية في الحنين الى طيبة خير البرية

وهي من التصريع والابداع لمعلقة امرء القيس

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

١	قِفَا نَبْكِ مِنْ ذِكْرَىٰ لِاَحْبَابِ مُرْسَلِ	وَلَا نَبْكِ مِنْ ذِكْرَىٰ حَبِيبٍ وَمَنْزِلِ

دوستون ٹھیرو تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احباب ہجران کو یاد کرکے روئین باقی کسی اور حبیب اور منزل کو یاد کرکے رونے کی ضرورت نہین

٢	اَيَا حَادِيًا شُدَّ الرِّحَالَ وَلَا تَقِفْ	بِسِقْطِ اللِّوَىٰ بَيْنَ الدَّخُولِ فَحَوْمَلِ

اے حُدی پڑھنے والے مدینہ کی طرف شدِ رحال کر اور تودہ ریگ کے منتہا پر جو کہ مقام دخول اور حومل کے درمیان واقع ہین ہرگز مت ٹھیر

٣	اَيَا حَادِيًا حُثَّ الرِّكَابَ وَلَا تَقُلْ	عَقَرْتَ بَعِيرِي يَا امْرَءَ الْقَيْسِ فَانْزِلِ

اے حُدی خوان سواریونکو مدینہ کی طرف تیز لے چل اور یہ نہ کہہ کہ اے امرءالقیس تونے میرے اونٹ کو مار ڈالا

٤	وَسِرْ بِي اِلَىٰ بَيْتِ الرَّسُولِ وَلَا تَجُزْ	بِنَا بَطْنَ خَبْتٍ ذِي حِقَافٍ عَقَنْقَلِ

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کی طرف لے چل اور پست زمین ریگستان کثیر تودے والی مین مت لیجا

٥	اِلَى الْحُجْرَةِ الْغَرَّاءِ لَمْ يَعْفُ رَسْمُهَا	لِمَا نَسَجَتْهَا مِنْ جَنُوبٍ وَشَمْاَلِ

اور حجرۂ مبارکہ کی طرف لے چل جس کے نشان باوجود باد جنوبی اور شمالی کے چلنے کے ابتک نہین مٹے

٦	وَاَسْرِعْ مَطَايَانَا اِلَى اَرْضِ طَيْبَةٍ	كَاَرْخَاءِ سِرْحَانٍ وَتَقْرِيبِ تَتْفُلِ

اور ہمارے اونٹون کو جلدی مدینہ کیطرف لے چل جس طرح بھیڑیا تیز دوڑتا ہی اور لومڑی کا بچہ سرپٹ جاتا ہی

٧	وَمَسْجِدِ مُخْتَارٍ وَشُبَّاكِ قَبْرِهِ	وَحُجْرَةِ طٰهٰ ذِي ثَنَاءٍ مُكَمَّلِ

اور آپ کی مسجد اور قبر مبارک کی جالی اور حجرۂ مبارکہ کیطرف جلدی لے چل

٨	وَاَنْزِلْ بِبَطْحَاءِ التِّهَامِ خِيَامَنَا	نُزُولَ الْيَمَانِي ذِي الْعِيَابِ الْمُحَمَّلِ

اور بطحاء تہامہ (مدینہ) مین ہمارے خیمے اُتار جیسے یمنی تاجر اپنے کپڑے لیکر اُترتا ہے

٩	وَلَسْتُ بِحَلَّالٍ سِوَىٰ اَرْضِ طَيْبَةٍ	وَلَيْسَ سِوَىٰ رَسْمِ التِّهَامِ مُعَوَّلِي

اور مین مدینہ کی زمین کے سوا اور کہین نہ اُترونگا اور مدینہ کے نشانات کے سوا کوئی جگہ میری تسلی کی نہین

١٠	فَاَنْدُبُ اَطْلَالًا وَآثَارَ يَثْرِبٍ	بِقَلْبٍ كَئِيبٍ ثُمَّ دَمْعٍ مُسَلْسَلِ

پس مدینہ کے آثار کا قلب حزین اور مسلسل آنسون سے ندبہ کرون گا

١١	وَاَسْقِي رُبَاهَا مِنْ دُمُوعِي كَاَنَّنِي	لَدَىٰ سَمُرَاتِ الْحَيِّ نَاقِفُ حَنْظَلِ

اور مدینہ کے ٹیلون کو اپنے آنسوؤن سے ایسا سیراب کرون گا گویا کہ مین خاردار درختون کے قریب حنظل توڑ رہا ہون

وَقُلْتُ لَهُ اَرْخِ الزِّمَامَ وَلَا تُقِلْ — الى القبة الخضراء — بصحراء — الحجاز — رحالنا — ركابنا — متاعنا

۱۲	لَدَی رَوضَۃٍ فَاضَتْ دُمُوعِی وَعَبْرَتِی	عَلَی النَّحْرِ حَتّٰی بَلَّ دَمْعِی مِحْمَلِ	
روضۂ اقدس کو دیکھکر اس قدر آنسو بہے کہ میرا سینہ اور تلوار کا پرتلا سب تر ہو گیا			
۱۳	إِذَا شَاهَدَ الْخُلَّانُ حُزْنِی وَلَوْعَتِی	یَقُولُونَ لَا تَهْلِكْ أَسًی وَتَجَمَّلِ	
جب دوستون نے میرے اس غم اور سوزش کا مشاہدہ کیا تو یہ کہنے لگے غم مین مت ہلاک ہو صبر جمیل سے کام لے			
۱۴	وَإِنَّ شِفَائِی عَبْرَةٌ مُهْرَاقَةٌ	لَدَی قَبْرِ طٰهٰ ذِی الْجَنَابِ الْمُفَضَّلِ	
اور حالانکہ میری شفا روضۂ اقدس کے قریب رونے اور آنسو بہانے ہی مین ہے			
۱۵	أَلَا رُبَّ یَوْمٍ كَانَ مِنْهُنَّ صَالِحٍ	وَلَا سِیَّمَا یَوْمٍ بِطَیْبَةَ مُرْسَلِ	
بہت سے روز خوشگوار ملے خصوصاً وہ دن جو مدینہ طیبہ مین گذرا			
۱۶	أَلَا لَیْتَنِی أَغْدُو إِلَی نَحْوِ یَثْرِبٍ	بِمُنْجَرِدٍ قَیْدِ الْأَوَابِدِ هَیْكَلِ	
کاش کہ مین سویرے ہی مدینہ کیطرف ایسے گھوڑے پر سوار ہو کر نکل جاؤں کہ جو کم مو اور دراز اور فربہ ہو اور وحشی جانورون کیلئے قید ہو			
۱۷	وَأَلْثِمُ تُرْبَ الْقَبْرِ قَدْ فَاقَ نَشْرُهُ	نَسِیمَ الصَّبَا جَاءَتْ بِرَیَّا الْقَرَنْفُلِ	
٭ اور قبر مبارک کی مٹی کو بوسہ دون کہ جس کی خوشبو باد صبا کی خوشبو سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے			
۱۸	وَرَوْضَةَ خُلْدٍ بَیْنَ بَیْتٍ وَمِنْبَرٍ	غَذَاهَا نَمِیرُ الْمَاءِ غَیْرُ مُحَلَّلِ،	
اور روضۂ جنت کو بوسہ دون کہ جو بیت اور منبر کے درمیان واقع ہے خدا کرے صاف اور غیر مکدر پانی ہمیشہ اسکو سیراب کرتا رہے			
۱۹	أَلَا لَیْتَنِی أَفْدِیكَ یَا نُخْبَةَ الْوَرٰی	وَأَكْرَمَ مَبْعُوثٍ بِوَحْیٍ مُنَزَّلِ	
کاش کہ مین تجھپر اے برگزیدۂ خلائق اور تمام انبیا سے افضل ۔ فدا ہو جاؤن			
۲۰	وَإِنَّ ضَلَالِی فِی هَوَاكَ هِدَایَةٌ	وَلَیْسَ فُؤَادِی عَنْ هَوَاكَ بِمُنْسَلِ	
یقیناً میری گمراہی آپ کی محبت مین سراسر ہدایت ہے اور آپ کا عشق میرے دل سے جدا ہونیوالا نہیں ہے			
۲۱	وَإِنَّ فُؤَادِی فِی هَوَاكَ لَمُوثَقٌ	بِأَمْرَاسِ كَتَّانٍ إِلَی صُمِّ جَنْدَلِ	
اور میرا قلب آپ کی محبت مین کتان کے مضبوط رسیون سے نہایت سخت چٹان مین جکڑا ہوا ہے			
۲۲	وَإِنَّ جَنَانِی فِی هَوَاكَ لَوَالِهٌ	وَإِنَّكَ مَهْمَا تَأْمُرِ الْقَلْبَ یَفْعَلِ	
اور میرا دل آپ کے عشق مین سرگردان ہے — آپ میرے دل کو جو حکم دینگے یقیناً وہی کرے گا			
۲۳	أَلَا یَا حَبِیبَ اللّٰهِ صَفْوَةَ عَالَمٍ	فُؤَادِی وَجُثْمَانِی بِحُبِّكَ قَدْ مُلِی	
اے اللہ کے حبیب اور برگزیدۂ عالم — میرا قلب اور جسم آپ کی محبت سے مملو اور لبریز ہے			

۲۴ كَأَنَّ فُؤَادِي مِنْ جَوَى الْحُبِّ وَالْأَسَى — إِذَا جَاشَ فِيهِ حُبُّهُ غَلْيُ مِرْجَلِ

میرے قلب مین آپ کی محبت اس طرح جوش مارتی ہے جس طرح دیگ مین پانی جوش مارتا ہی

۲۵ وَأَعْطَاكَ رَبُّ الْعَرْشِ حَوْضًا وَكَوْثَرًا — فَلَا تُبْعِدَنِّي مِنْ جَنَاهُ الْمُعَلِّلِ

اور حق تعالی نے آپ کو حوض کوثر عطا فرمائی ہے پس مجکو اُس کے دل بہلانے والے میوے سے دور نفرمائیگا

۲۶ فَيَا لَكَ مِنْ حَوْضٍ كَأَنَّ كُؤُوسَهُ — مُلِئْنَ سُلَافًا مِنْ رَحِيقٍ مُفَلْفَلِ

سبحان اللہ کیسی عجیب حوض ہی گویا اس کے پیالے شراب کہنہ اور خالص اور تیز سے بھرے گئے ہین

۲۷ فَيَا لَيْتَنِي أُسْقَى أَبَارِيقَ كَوْثَرٍ — وَيَكْفِي لِصَادٍ مِنْهُ جُرْعَةُ سَلْسَلِ

کاش کہ مین حوض کوثر کے لوٹون سے سیراب کیا جاؤن اور پیاسے کیلئے حوض کوثر کا ایک جرعۂ شیرین ہی کافی ہی

۲۸ وَحَوْضُكَ لِلصَّدْيَانِ أَعْذَبُ مَوْرِدٍ — وَلَيْسَ لِعَطْشَانٍ سِوَاهُ بِمَنْهَلِ

اور آپ کے حوض تشنہ کام کے لئے نہایت شیرین چشمہ ہی اور کسی پیاسے کے لئے اس سے زائد شیرین چشمہ نہین،

۲۹ رَسُولٌ وَبِالنُّورِ الْمُبِينِ مُؤَيَّدٌ — وَأَفْضَلُ مَبْعُوثٍ بِذِكْرٍ مُرَتَّلِ

آپ رسول عظیم ہین نور مبین (شریعت غرا) کے ساتھ مؤید ہین اور قرآن دیکر بھیجے گئے،

۳۰ بُعِثْتَ وَلَيْلُ الْكُفْرِ أَرْخَى سُدُولَهُ — بِنُورٍ مُبِينٍ مُشْرِقٍ مُتَهَلِّلِ

آپ ایسے وقت مین نور مبین دیکر بھیجے گئے جب کفر کی رات نے تاریکی کے پردے ڈالے ہوئے تھے

۳۱ تَجَلَّى عَلَى فَارَانَ لِلْكُفْرِ مُعْلِنًا — أَلَا أَيُّهَا اللَّيْلُ الطَّوِيلُ أَلَا انْجَلِ

وہ نور مبین فاران کی چوٹیون پر کفر کی تاریک رات کو یہ اعلان کرتا ہوا ظاہر ہوا کہ ای کفر کی طویل شب جو ۶۰۰ برس سے تھی اب ختم ہو،

۳۲ شَرِيعَتُهُ الْغَرَّاءُ حِينَ تَعَرَّضَتْ — تَعَرُّضَ أَثْنَاءِ الْوِشَاحِ الْمُفَصَّلِ

جب آپ کی ملۃ بیضا اس طرح چمکی جس طرح حمیل کے درمیانی موتی چمکتے ہین۔

۳۳ أَضَاءَتْ غَيَابَاتِ الضَّلَالِ كَأَنَّهَا — مَنَارَةُ مُمْسَى رَاهِبٍ مُتَبَتِّلِ

تو آپ کے روشن دین نے گمراہی کے تاریکیون کو زائل کر دیا گویا کہ وہ راہب تارک الدنیا کا عظیم چراغ ہی،

۳۴ تُبَارِي إِيَاةَ الشَّمْسِ أَنْوَارُ دِينِهِ — فَيَا عَجَبًا مِنْ نُورِهِ الْمُتَهَلِّلِ

آپ کے روشن دین کے انوار آفتاب کے آب و تاب سے مقابلہ کرتے ہین۔ سبحان اللہ نور اسلام کیا ہی مستور ہی

۳۵ وَأَنْتَ شَفِيعٌ لِلْعُصَاةِ كَمِثْلِنَا — عَلَى مَا رُوِينَا هَا بِنَصٍّ مُسَلْسَلِ

اور آپ مجھ جیسے گنہگارون کے لئے شفیع ہین جیسا کہ اہل کبائر کے لئے شفاعت حدیث مسلسل سے ثابت ہے

۳۶	وفیہا احادیث صحاح تواترت	وقد اخرجوہا من اخیر واول

اور اس بارہ میں حدیثیں تواتر کے مرتبہ تک پہنچ گئی ہیں جن کی سلف اور خلف نے تخریج کی ہے

۳۷	فکن لی شفیعا اذ اتیتک راجیا	وانک للراجین احسن موئل

پس آپ میرے لئے شفاعت فرمائیں اس لئے کہ میں امیدوار بنکر آیا ہوں اور آپ امیدواروں کیلئے بہترین ٹھکانا ہیں

۳۸	وانت ثمال المذنبین وعصمۃ	وانک للعاصین احسن معقل

اور آپ ہی گنہگاروں کے لئے ٹھکانہ اور جائے پناہ ہیں اور آپ ہی بہترین ملجأ ہیں

۳۹	شفاعتک العظمی ملاذی وملجأی	فللہ ما اقوی ثمال المؤمل

آپ کی شفاعت ہی میرا ماوی اور ملجا ہے سبحان اللہ اس امیدوار کے جائے پناہ کسقدر قوی ہی

۴۰	عسی ان یزل الذنب عنی وزلتی	کما زلت الصفواء بالمتنزل

امید ہے کہ آپ کی شفاعت سے میرے گناہ مجھ سے اسطرح پھسل جائیں جسطرح پانی کا قطرہ چکنے پتھر سے پھسل جاتا ہے

۴۱	عسی ان یحط الوزر عنی وحوبتی	کجلمود صخر حطہ السیل من عل

اور امید ہے کہ میرا بار گناہ اس طرح پھینک دیا جائے جس طرح سخت پتھر بلندی سے گر جاتا ہے

۴۲	علیک صلاۃ اللہ جل جلالہ	بقاء نعیم دائم غیر مبدل

خدا تعالی کی آپ پر ہمیشہ رحمت ہو جب تک کہ جنت کے غیر متبدل نعمتیں باقی ہیں

۴۳	علیک سلام اللہ ما ذر شارق	کلمع الیدین فی حبی مکلل

اور آپ پر خدا کا سلام ہو جبتک کہ کوئی چمکنے والی چیز چمکتی رہی جسطرح غلیظ ابر میں ہاتھ چمکتے ہوئے معلوم ہوں

۴۴	وآل واصحاب کأن وجوہہم	صباح وما الاصباح منہا بامثل

اور آپ کے آل واصحاب پر جن کے چہرے صبح کی طرح روشن ہیں بلکہ صبح ان سے کچھ بہتر نہیں۔

اللہم بفضلک العمیم وبجاہ نبیک الکریم اجعلنا من المحشورین فی زمرتہ وامتنا علی حبہ وسیرتہ
آمین۔ اللہم ارزقنی شہادۃ فی سبیلک واجعل موتی ببلد رسولک آمین برحمتک یا ارحم الراحمین
یا ذا الجلال والاکرام سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ
رب العالمین۔

انشاہا العبد الضعیف المدعو محمد ادریس کان اللہ
لہ ولوالدیہ